اسلام میں ملکیت

ابو القاسم گرجی
ترجمہ : ڈاکٹر سید علی رضا نقوی

لغت میں ملکیت کے متعدد معنی ھیں جن میں فقہاء کی تعریفات کے پیش نظر سب سے مناسب ,,کسی شے پر حاوی ھونا یا غلبہ پانا،،(۱) ہے ۔

فقہاء نے ملکیت کی تعریف میں مختلف تعبیرات دی ھیں مثلاً : کسی شے کا اس طرح ھونا کہ خود اس سے اور اس کے عوض سے استفادہ کیا جاسکے (۲) ، ,, مالک اور مملوک کے درمیان نسبت ،، (۳) ، مالک کا مملوک پر تسلط یا خاص تعلق جو مذکورہ تسلط کا موجب ھو (۴) ،، ، ,, کسی چیز کا کسی چیز کے ساتھ مخصوص ھونا ،، (۵) ، ,,مالک کے مملوک پر محیط ھونے کا اعتبار،، (٦) ، ,, مالک کے مملوک پر تسلط کی حالت،، (۷) ، وغیرہ ، لیکن ظاھراً یہ تعبیری اختلاف ماھیت میں اختلاف کا موجب نہیں ہے اور ان سب کا مقصد ایک ھی ہے اور وہ ہے مالک کا مملوک پر تسلط ۔

البتہ مالک کا مملوک پر تسلط کئی مراتب کا حامل ہے جن میں صرف ایک مرتبہ ھی یہاں قابل بحث ہے۔ وہ مراتب حسب ذیل ھیں :

۱ ـ حقیقی اور کامل تسلط : اس کا مصداق صرف خدائے تعالی کا موجودات پر تسلط ہے ـ وہ علت اور قیوم ہے اور دوسری اشیاء معلول اور متقوّم . سب موجودات حدوث و بقاء میں خداوند تعالی کی محتاج ھیں ـ معکوس تشبیه کی رو سے خداونـد تعالـی کا تسـلط موجودات پر نفس کے تسلط کی طرح ہے صورتوں پر که جن میں وہ ظاھر ھوتا ہے ـ یه تسلط پوری طرح اور کامل طور پر اصلـی اور حقیقی ہے اور ھماری بحث کے موضوع سے خارج ہے ـ

۲ ـ انسان کا خود پر اپنے افعال اور ذمه داری پر تسلط : جیسا که خدائے تعالی کے کلام میں وارد ھوا ہے :

,, انّی لا املک الاّنفسی (۸) "

(میں مالک نہیں ھوں سوائے اپنے نفس کا)

اس قسم کا تسلط اگرچه اصلیت اور حقیقت میں پہلی قسم کے تسلط کی طرح نہیں ہے لیکن اسی کی مانند تکوینی تسلط ہے اور ھماری موجودہ بحث کے موضوع سے خارج ہے ـ البته اس لحاظ سے که اس تسلط کی بنیاد پر انسان خود کو کسی دوسرے کی مطلق اجرت میں دے سکتا ہے ، یا اپنے افعال میں سے کسی خاص فعل کو کسی دوسرے کو کرایه پر دے سکتا ہے یا کسی چیز کو اپنی ذمه داری پر کسی کے ھاتھ فروخت کر سکتا ہے ، اس لحاظ سے یه قسم بعض قانونی احکام کا موضوع قرار پاتی ہے ـ

۳ ـ فلسفیانه ملکیت : جس کو ,, جدہ " اور ,, له " سے بھی تعبیر کرتے ھیں اور اس کو نو قسم کے عرضی مقولات میں شمار کرتے ھیں ـ اس کی تعریف اس طرح کرتے ھیں : ,, ایسی ھیئت ہے جو ایک جسم پر دوسرے جسم کے محدود ھونے سے ظاھر ھوتی ہے اس طرح که احاطه کرنے والے کی حرکت سے وہ شے بھی جس کو احاطه کیا گیا ہے حرکت

میں آ جاتی ہے(۹)، جیسے لباس پہننا، انگوٹھی پہننا یا قمیص پہننا، جو ایک ایسی ہیئت ہے کہ لباس، انگوٹھی اور قمیص کے احاطہ سے بدن اور انگلی میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ قسم بھی ایک حقیقی امر ہے لہذا یہ بھی ہماری بحث کے موضوع سے خارج ہے۔

۴ ۔ **قانونی ملکیت:** جو عبارت ہے کسی (مالک) کے کسی چیز (مملوک) پر تسلط اور احاطہ کی کیفیت سے ۔ ظاہر ہے کہ یہ قسم اعتباری امر ہے جو کہ عقل مند لوگوں نے معاشرے کی ضرورت کے مطابق حقیقی اشخاص یا قانونی شخصیتوں کیلئے تعبیر کیا ہے اور مقدس شارع نے بھی ان کو بیع، تجارت، عقد، میراث ، وصیت اور دوسری ادلہ کے بموجب جائز شمار کیا ہے، بلکہ کبھی کبھی عرف اور معمول کے خلاف مواقع پر بھی ان کی بنا رکھی ہے جیسے غرق ہونے والوں یا ملبہ میں دب جانے والوں کی ملکیت میراث کے موقع پر، مقتول کی ملکیت دیت کے معاملہ میں ۔ لہذا ایسے اشخاص سے میراث کی ادلہ کے مطابق میراث ان کے ورثاء کو منتقل ہوتی ہے۔

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ چونکہ اس قسم کی ملکیت خارج میں اصلی غرض نہیں ہے، لہذا حقیقی مالک و مملوک کی بھی محتاج نہیں ہے، بلکہ چونکہ یہ ایک اعتباری امر ہے لہذا وہ بھی ایک کلی یا اعتباری امر ہو سکتی ہے ، جیسے وہ اراضی جو طاقت کے ذریعہ فتح کی گئی ہو جس کی مالک تمام مسلمان قوم ہوتی ہے یا واجب حقوق جس کے مالک پوری طرح غریب اشخاص ہوتے ھیں ۔ اور اسی طرح اس قسم کی مثالوں میں عام مدات کے لئے اوقاف اور وصیتیں وغیرہ ھیں ۔ اسی طرح ممکن ہے مملوک بھی ایک کامل یا اعتباری امر ہو، جیسے قرضہ کی بیع جس معاملہ میں بیچنے والا کلی مالک خریدار کی ذمہ داری پر ہوتا ہے یا بیع سلف جس معاملہ میں

خریدار کلی مالک بیچنے والے کی ذمہ داری پر ہوتا ہے۔ اس بنا پر اس تعلق میں حسب ذیل چار قسم کی ملکیت وجود میں آسکتی ہے:

۱ ۔ وہ ملکیت جس میں مالک و مملوک دونوں ایک حقیقی امر ہوتے ہیں ، جیسے خاص ذاتی ملکیت کسی خاص گھر، لباس یا کتاب کی نسبت سے ۔ اس قسم کی ملکیت نہایت عام مرسوم ہے۔

۲ ۔ ایسی ملکیت جس میں مالک اور مملوک دونوں اعتباری امر ہوتے ہیں،جیسے اس متاع کی دولت کی ملکیت جو سلف کے طور پر خریدی ہو یا قانونی غرباء اور سادات کی ملکیت جو دوسروں کے ذمہ ہوتی ہے۔

۳ ۔ ایسی ملکیت جس میں مالک ایک حقیقی شخص اور مملوک ایک اعتباری امر ہوتا ہے، جیسے کسی چیز کی خاص ذاتی ملکیت جس کو سلف کے طور پر خریدا ہو۔

۴ ۔ ایسی ملکیت جس میں مالک قانونی شخصیات اور مملوک شے حقیقی امر ہوتی ہے،جیسے حکومت کی ملکیت یا کسی خاص چیز میں شرکت جس کو خریدا گیا ہو۔

اس بات میں کہ ان سب اقسام کو مقدس شارع نے جائز قرار دیا ہے فی الجملہ کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔البتہ ان اقسام کے بعض مصداقوں میں بعض فقہاء کی نظر میں اشکال واقع ہوا ہے، جیسے حکومت کی ملکیت ۔ حق بات یہ ہے کہ تمام معاملات کو جن کو عقلاء نے قبول کر لیا ہے جب تک کہ کوئی معتبر دلیل ان کے عدم جواز کی شارع کی طرف سے موجود نہ ہو مطلقاً اور عام طور پر صحیح معاملات میں شمار کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی اشکال موجود نہیں ہے۔

اعتباری ملکیت کے مراتب

ملکیت کے مملوک کے ساتھ تعلق کے لحاظ سے تین مرتبے ہوتے ہیں : عین کی ملکیت، منفعت کی ملکیت اور انتفاع کی ملکیت ۔

۱ ۔ **عین کی ملکیت :** جیسے گھر، کتاب وغیرہ کی ملکیت۔پہلے ملکیت کی تعریف کے تحت معلوم ہو چکی ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے که عین کے کیا معنی ہیں ۔

عین کے لغت میں متعدد معنی ہیں ۔ ہماری بحث کے موضوع کے لئے سب سے مناسب معنی ,, کسی شے کی ذات ,, ہیں (۱۰) ۔

اصطلاح میں بھی اس لفظ کے متعدد معنی مذکور ہیں :

اول : فلسفیانه اصطلاح میں ایسی چیز جو خارجی تعین اور تشخص رکھتی ہو ۔ لہذا خارجی وجود کو عینی وجود یا اعیان میں وجود کہتے ہیں ، جو ذہنی وجود کے مقابله میں ہوتا ہے ۔ ہماری موجوده گفتگو میں بے شک یه معنی مقصود نہیں ہیں ۔ کیونکه یہاں عین میں جزئی بھی شامل ہوتا ہے اور کلی بھی شامل ہوتا ہے ۔ لہذا اگرچه مبیع (فروخت شده شے) میں عینیت کا اعتبار ہوتا ہے اور بیع کی تعریف میں ,, عین کی ملکیت ,, کو اجاره (کرایه) کے مقابله میں جو ,, منفعت کی ملکیت ,, ہوتا ہے اختیار کیا گیا ہے ، اس کے باوجود کہا گیا ہے که مبیع (فروخت شده شے) جزئی بھی ہو سکتی ہے اور کلی بھی ہو سکتی ہے ۔ اس وجه سے عین سے مقصود فلسفیانه اصطلاح نہیں ہو سکتی ۔

دوسرے : وہ اصطلاح ہے جو فقہاء مثل اور قیمت کے مقابله میں استعمال کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں : اگر غصب کی ہوئی یا قبضه کی ہوئی شے فاسد عقد کے بعد باقی ہو تو اس کا عین مالک کو واپس کرنا چاہیئے ۔ یہاں عین سے مقصود خود چیز ہے جبکه ہماری موجوده

بحث میں یہ معنی مقصود نہیں ہو سکتے ، کیونکہ یہ معنی مثل کے مقابلہ میں عین کیلئے مناسب ہیں، لیکن منفعت کے مقابلہ میں عین کے لئے مناسب نہیں ہیں ۔

تیسرے : عین قرض کے مقابلہ میں یا قرض اور منفعت دونوں کیلئے، مثلاً کہتے ہیں رہن کی ہوئی شے عین ہونی چاہیئے اور اسی اعتبار سے ,, رہن کی ہوئی عین " کہتے ہیں ، یعنی قرض یا منفعت کو رہن نہیں رکھا جا سکتا ۔ یہ معنی بھی ہماری موجودہ بحث میں مقصود نہیں ہو سکتے ۔ لہذا اگرچہ مبیع (فروخت شدہ شے) میں عینیت کی شرط لگائی گئی ہے اس کے باوجود کلی بیع کو جو ذمہ ہو جائز سمجھا گیا ہے ۔

چوتھے : کبھی عین عقد اور شخص کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں : حق کبھی عین سے تعلق رکھتا ہے اور کبھی شخص سے، جیسے تحجیر (محجور کرنے) کا حق ، خیار کا حق اور قصاص کا حق ۔ ہماری موجودہ بحث میں عین ان معنی میں بھی استعمال نہیں ہوا ہے ، کیونکہ عین میں ان معنی میں اکثر منفعت اور انتفاع کے معنی بھی شامل ہوتے ہیں، یعنی یہ صحیح ہوگا اگر اجارہ (کرایہ) اور عاریہ کے معاملہ میں کہا جائے ۔ مستاجر کا اور جس سے عقد عاریہ کیا گیا ہو اس کا حق عین سے تعلق رکھتا ہے ، نہ کہ عقد یا شخص سے، جبکہ ہماری موجودہ بحث میں عین منفعت اور انتفاع کے مقابلہ میں آیا ہے ۔

پانچویں: کوئی چیز اگر خارج میں وجود رکھتی ہو تو یہ مادی امر ہے اور خود سے قائم، اس طرح کہ کلی بھی اس میں شامل ہوتا ہے ۔ دوسرے لفظوں میں عین میں ان معنی میں ضروری نہیں ہے کوئی شے خارج میں وجود رکھتی ہو، ضروری یہ ہے کہ وجود کی حالت میں

ایک مادی امر زمان و مکان میں وجود رکھتا ہو اور خود سے قائم ہو، خواہ جزئی ہو یا کلی ۔ عین سے مقصود ملکیت کی تعبیر میں یا بیع کی تعریف میں عین کی ملکیت کے یہی معنی ہیں منفعت ، حق وغیرہ کے مقابلہ میں ۔

۲ ۔ **منفعت کی ملکیت :** منفعت نفع سے اسم مصدر ہے اور لغت میں خیر یا اس چیز کے معنی میں ہے جو انسان اس کے وسیلہ سے اپنے مطلوب کو پاتا ہے ۔ اس لفظ کے لئے نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی خاص اصطلاح موجود ہو، لیکن اس کے استعمال کے مواقع میں غور کرنے سے خاص طور سے اجارہ اور عاریہ کے باب میں کہا جا سکتا ہے : منفعت ایسے خواص کو کہتے ہیں جو عین سے قائم ہو اور اس کی مالیت یا مالیت میں اضافہ کا موجب ہو، خواہ یہ خواص شے کیلئے تکوین کے طور پر موجود ہو جیسے گھر میں رہنا، لباس پہننا، کتاب کا مطالعہ وغیرہ، خواہ اس شے کیلئے وضع کئے گئے ہوں یا تعبیر ہوئے ہوں جیسے کرنسی نوٹوں اور دوسری قیمتی سندات سے استفادہ کرنا، اس وجہ سے منفعت کی ملکیت، عقد اجارہ میں اجارہ کی ہوئی عین کے منافع کی ملکیت کی طرح ہے ۔

منفعت کی دو قسمیں :

اول: ایسی منفعت جو رفتہ رفتہ وجود میں آتی ہے اور جب تک اس کا ایک جزء ختم نہ ہو جائے دوسرا جزء وجود میں نہیں آتا جیسے سکونت خانہ .

دوم: ایسی منفعت جو رفتہ رفتہ ہی وجود میں آتی ہے لیکن اس کے اجزاء باقی رہتے ہیں اور ایک دوسرے میں ضم ہو کر بالآخر خارجی عین کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جیسے درخت کا پھل، جانور کا دودھ وغیرہ ۔

معمول کے طور پر پہلی قسم اجارۂ عین کے طور پر دوسروں کے قبضہ میں آتی ہے لیکن دوسری قسم ممکن ہے اجارہ عین کے ذریعہ دوسروں کی ملکیت میں آ جائے،جیسے باغ یا جانور جو میوہ یا دودھ کی ملکیت کیلئے کرایہ پر دیا جائے ، اور ممکن ہے منفعت کی خارجی عین کی صورت میں مبدل ہو جانے پر عین بیع وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کی ملکیت میں چلی جائے ۔

۳ ۔ **انتفاع کی ملکیت** : انتفاع کی ملکیت کی حقیقت سمجھنے کیلئے،جس کو انتفاع کا حق بھی کہتے ھیں،یہ سمجھنا چاھیئے که انتفاع کس چیز کو کہتے ھیں ۔ انتفاع جو باب افتعال کا مصدر نفع سے بنا ہے عبارت ہے منفعت حاصل کرنے اور دوسری تعبیر کے مطابق منفعت کو قوت کی حالت سے فعل کی حالت میں لانے سے ۔

عین سے انتفاع کی دو قسمیں ھیں :

پہلی: وہ قسم جو خود عین کے زوال اور خاتمه کا باعث ھوتی ہے جیسے کھانے پینے کی چیزوں سے انتفاع ۔ اس قسم کے انتفاع میں اس کی ملکیت خود عین کے قبضہ یا اباحت کے سوا صورت پذیر نہیں ھو سکتی ۔

دوسری: وہ قسم جو ایسی نہیں ہے ، جیسے گھر میں سکونت کے ذریعہ انتفاع ، کتاب کا مطالعه ، لباس کا پہننا وغیرہ ۔ اس قسم کے انتفاع کو جہاں تک ممکن ہے بالواسطه طور پر عین کے تملک یا اباحت کے ذریعہ ملکیت میں لیا جا سکتا ہے یا منفعت کے تملک یا اباحت کے ذریعہ اس کا مالک ھوا جا سکتا ہے ، بلاواسطه عاریه، صلح وغیرہ کے ذریعہ خود انتفاع کو ملکیت میں لایا جا سکتا ہے ۔ اکثر اوقات حبس، سکونت، عمریٰ (آباد کرنا) اور رقبیٰ (غلام بنانا) بھی اس قسم کے انتفاع کی ملکیت کے ذریعہ ھوتا ہے ۔

عین سے فائدہ اٹھانا اس لحاظ سے کہ فائدہ اٹھانے والے سے قائم ہے انتفاع، اور اس لحاظ سے کہ عین سے قائم ہے منفعت کہلاتا ہے۔ اگر اجارہ کے بارے میں کہیں مستاجر منفعت کا مالک ہوتا ہے تو اس سے مقصود یہ ہے کہ مستاجر ایسی حیثیت کا مالک ہوتا ہے جو خود عین سے قائم ہے اور گھر کے معاملہ میں سکونت اور کتاب کے معاملہ میں پڑھنے سے تعبیر ہوتی ہے۔

ظاہر ہے یہ معنی دوسرے کی طرف قابل انتقال ہونے کے معنوں میں سے ہیں، لہذا فقہاء کا خیال ہے کہ اگر مالک نے منع نہ کیا ہو تو مستاجر اس منفعت کو جس کا وہ مالک ہوا ہے دوسرے کو منتقل کر سکتا ہے،کیونکہ وہ ایسی چیز کا مالک ہے جس کے دوسرے تک منتقل ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

لیکن عاریہ کے موقع پر معاملہ ایسا نہیں - جس شخص کو عاریہ کیا گیا ہو منفعت کا مالک نہیں ہوتا،بلکہ انتفاع کا مالک ہوتا ہے یعنی ایسی حیثیت کا مالک ہوتا ہے جو خود اس سے قائم ہوتی ہے اور اس کو گھر میں سکونت یا کتاب کے مطالعہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ایسی چیز دوسرے کو منتقل نہیں ہو سکتی - البتہ بلند تر مراتب کا مالک جس طرح خود بلاواسطہ انتفاع پر قبضہ کر سکتا ہے اسی طرح اس شخص کے ذریعہ جس کو عاریہ کیا گیا ہو اس عمل کو انجام دے سکتا ہے۔

سطور بالا میں عرض کیا گیا کہ ملکیت کی مختلف اقسام میں سے دو قسمیں قانونی نتائج کا موجب ہوتی ہیں :

پہلی قسم : وہ ملکیت ہے جو تکوینی امر ہے اور معتبر کے اعتبار کی محتاج نہیں ہے اور وہ انسان کا تسلط ہے خود پر اور اپنے اعمال اور اپنے ذمہ چیزوں پر۔ انسان خود کو اجارہ یا اجارہ کے بغیر دوسرے کے

اختیار میں دے سکتا ہے۔ عمل یا اپنے ذمہ چیزوں کو عوض یا بغیر عوض کے دوسرے کے قبضہ میں دے سکتا ہے۔ عقلمندوں نے اس کو قبول کیا ہے اور شارع نے بھی اس سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ قرض، سلف اور افراد کے اجارہ کی ادلہ کے بموجب اعمال کی انجام دھی کیلئے، مومن کے عمل کے احترام کے قاعدہ (ضمان یا ذمہ داری کیلئے غیر کے عمل کے اجراء کی سببیت) اور قصاص و دیات کے ادلہ کی رو سے مقدس شارع نے صراحت کے ساتھ اس تسلط کی تائید کی ہے۔ لہذا مذکورہ تسلط اگرچہ ایک حقیقی امر ہے لیکن بہت سے قانونی نتائج کا موضوع بھی بن گیا ہے۔

دوسری قسم : اعتباری ملکیت ہے جس کو عقلمندوں نے معاشرہ کے مفادات کے پیش نظر معتبر جانا ہے اور درحقیقت یہ وھی فلسفیانہ ملکیت ہے جس کو وہ ,, جدہ ،، سے تعبیر کرتے ھیں۔ یہ قسم بھی دو قسم کی ھوتی ہے : ملکیت اولی اور ثانوی ملکیت۔

۱۔ **ملکیت اولی** : وہ ملکیت ہے جو پہلی دفعہ وجود میں آئی ھو اور کوئی دوسری اعتباری ملکیت اس سے پہلے موجود نہیں ھو، جیسے وہ ملکیت جو ,, مباحات ،، کے قبضہ سے حاصل ھوتی ہے اور عقلمندوں کے حکم اور مقدس شارع کے جواز سے ,, من حاز ملک ،، (جس نے قبضہ کیا وہ مالک ھوا) کے متصیدہ (مستنبط) قاعدہ (۱۲) کی رو سے معتبر مانا گیا ہے۔ اور فرضاً اگر روایات کی سند میں شک بھی ھو پھر بھی اس کے بارے میں عقلمندوں کی سیرت اور شارع کی طرف سے عدم ممانعت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ملکیت اولی کی دو قسمیں ھیں : اصلی و تابع

پہلی قسم: (یعنی اصلی ملکیت اولی) ایسی ملکیت ہے جو علاوہ اس کے کہ کوئی دوسری ملکیت اس سے پہلے وجود میں نہیں آئی ھو

دوسری کسی چیز کی ملکیت کے اتباع میں بھی وجود میں نہیں آئی ہو، جیسے اس پانی کی ملکیت جو دریا سے لیا گیا ہو ، یا وہ لکڑی جو جنگل سے حاصل کی گئی ہو یا وہ جانور جو صحرا سے شکار کیا گیا ہو ، وغیرہ (۱۳) ۔ اصلی ملکیت اولی مواد سے مخصوص نہیں ہے۔ بعض شکلیں بھی اصلی ملکیت اولی میں مملوک ہو سکتی ہیں،جیسے میز یا کرسی کی شکل جو بڑھئی یا لوھار نے لکڑی یا لوہے پر بنائی ہو اور وہ اس کے پہلے اصلی مالک ہوں۔

اس قسم کی ملکیت ممکن ہے قبضہ کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہو جیسے پہلی مثالیں ، یا کسی ایسے عمل کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہو جو قبضہ کے علاوہ ہو جیسے دوسری مثالیں،یا ممکن ہے قبضہ اور کسی دوسرے عمل کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہو جیسے مٹی یا پتھر جس پر قبضہ کر لیا گیا ہو اور اس سے کوئی برتن یا عمارت بنائی گئی ہو یا ایسی لکڑی جو جنگل سے حاصل کی گئی ہو اور اس سے میز یا کرسی بنائی گئی ہو۔

دوسری قسم ۔ (تابع ملکیت اولی):وہ ملکیت ہے جو پہلی دفعہ وجود میں آئی ہو،لیکن وہ کسی دوسری چیز کی ملکیت کی تابع ہو، جیسے جانوروں کے بچوں یا اموال کے ثمرات جو ان کے اصل کی ملکیت سے حاصل ہوتے ہیں۔

۲ ۔ ثانوی ملکیت: وہ ملکیت ہے جو پہلے کسی دوسرے شخص کی ملکیت رہی ہو،جیسے وہ چیز جو بیع، صلح، بخشش وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہو۔

اس قسم کی بھی دو قسمیں ہیں : اجباری اور اختیاری۔

پہلی قسم:(اجباری ثانوی یا تابع ملکیت) وہ ملکیت ہے جو میراث ، وصیت یا وقف (۱۴) کے ذریعہ اجباری طور پر اور انسان کے اختیار کے بغیر وجود میں آتی ہے۔

دوسری قسم: (اختیاری ثانوی یا تابع ملکیت) وہ ملکیت ہے جو مالک اپنے اختیار سے وجود میں لایا ہو جیسے وہ ملکیت جو انسان کو بیع، صلح یا اجارہ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں خریدار ، صلح کرنے والا اور مستاجر (کرایہ دار) مال کا مالک اپنے اختیار اور اپنی مرضی سے بنا ہے۔

ملکیت اور مال میں فرق

سطور بالا میں ملکیت کی تعریفات بیان ہو چکی ہے کہ وہ اعتباری تسلط ہے کسی شخص (مالک) کا کسی چیز (مملوک) پر۔ اب یہ جاننا چاهیے کہ مال کیا ہے ؟

مال وہ چیز ہے جس کی طرف اس کے واقعی یا اعتباری منافع کے سبب سے عقلمند لوگ راغب ہوئے ہیں اور اس چیز کے مقابلہ میں نقد روپیہ پیسہ وغیرہ ادا کرتے ہیں، جیسے کھانے پینے کی چیز، لباس، کتاب وغیرہ، جو اس سبب سے کہ وہ چیز انسان کو سیر کرتی ، سردی گرمی سے محفوظ رکھتی یا مطالعہ کے ذریعہ مستفید کرتی ہے عقلمندوں کیلئے موجب رغبت واقع ہوئی ہے اور کبھی کبھی وہ اس کو حاصل کرنے کی خاطر اپنے ہاتھ پیر مارتے ہیں ۔ اسی طرح کرنسی نوٹ جن میں اگرچہ واقعی منفعت نہیں ہوتی اس کے باوجود اس قیمت کے پیش نظر جو عقلمندوں کے نزدیک ان کی ہے اور اس سبب سے کہ واقعی اموال ان کے عوض حاصل کئے جا سکتے ہیں وہ بھی مال ھی شمار کئے جاتے ہیں۔

ممکن ہے کہ کوئی چیز باوجود اس کے کہ مذکورہ اوصاف کی حامل ہو، کثرت سے ہونے کی وجہ سے مالیت سے ساقط ہو جائے جیسے دریا کے کنارے کا پانی، پہاڑ پر پتھر اور اکثر جگھوں پر ہوا۔ اسی وجہ سے بعض فقہاء نے ان کے مال کی تعریف سے اخراج کیلئے

رقابت اور ان کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کے پیش نظر ان کو مال کی تعریف میں بڑھا دیا ہے۔

لہذا مال وہ چیز ہے جو خاص شرائط کی وجہ سے عقلمندوں کی نظر میں قدر و قیمت کی حامل ہو گئی ہو، خواہ وہ کسی سے نسبت رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو۔ جبکہ ملکیت ایسا تسلط رکھنا اور محیط ہونا ہے جو کوئی شخص کسی چیز پر رکھتا ہو خواہ وہ چیز بالفعل قیمت رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو۔ البتہ ضروری ہے کہ وہ بالقوۃ قیمت رکھتی ہو۔ لہذا مال اور ملکیت میں عموم اور خصوص کے لحاظ سے نسبت ہے۔ کہیں دونوں اوصاف اکٹھا ہوتے ہیں جیسے گھر، موٹرکار ، کتاب وغیرہ جو قیمت بھی رکھتی ہیں اور کسی سے منسوب بھی ہوتی ہیں ۔ کبھی ملکیت کا وصف جدا ہوتا ہے جیسے سونے چاندی کی کانیں اور کلی طور پر تمام مباحات قبضہ سے قبل جو قیمت رکھتی ہوں، لیکن ابھی کسی نے ان پر قبضہ نہ کیا ہو۔ کبھی مال کا وصف جدا ہوتا ہے جیسے گیہوں کا دانہ، کھجور کی گٹھلی ، اخروٹ کا چھلکا،جو کسی کی ملکیت میں ہوتے ہیں لیکن ان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ۔

ملکیت اور حق میں فرق

اگر حق کی تعریف اس طرح کریں کہ ,, وہ خاص قوت جو کبھی عین چیز سے، کبھی عقد سے اور کبھی ذات سے تعلق رکھتی ہے، جیسے حجر (تصرف مال پر قانونی پابندی) یا خیار یا قصاص کا حق ، تو اس صورت میں اگرچہ حق مختلف مواقع پر ان تین چیزوں میں سے ایک ہوگا جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ، لیکن حق سے متعلق تمام مواقع پر وہ عمل ہوگا جو ان تین چیزوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا ہو ۔ جو شخص حجر (تصرف مال پر قانونی

پابندی) کا حق رکھتا ہو اس کو حجر شدہ زمین کو آباد کرنے کے حق میں اولیت حاصل ہوگی ۔ جس کو عقد میں اختیار (فسخ) حاصل ہو اس کو اختیاری عقد میں حق فسخ ہوگا ۔ اسی طرح مقتول کے ولی کو مجرم کو قصاص کرنے کا حق ہوگا ۔

اس صورت میں ملکیت اور حق میں فرق بہت صاف ہے ۔ حق ایسا اعتبار ہے جو ہمیشہ کسی ایسے عمل سے متعلق ہوتا ہے جو کسی عین چیز یا ذات یا عقد سے تعلق رکھتا ہو، لیکن ملکیت اس محیط ہونے یا تسلط رکھنے کو کہتے ہیں جو حقیقت میں عین چیز یا منفعت یا عمل سے تعلق رکھتے ہوں ۔ خریدار خود عین کا ، مستاجر (کرایہ دار) خود منفعت کا اور مستعیر (جس کو عاریہ کیا گیا ہو) انتفاع کا مالک ہوتا ہے ۔

اگر ہم حق کیلئے کسی خاص اصطلاح کے قائل نہ ہوں اور ہماری رائے میں ہر چیز جو کسی قسم کے ثبوت یا تحقق کی حامل ہو حق ہے خواہ اس کا تحقق اور ثبوت حقیقی ہو یا اعتباری ، جیسے کہ یہی حق ہے اس صورت میں احکام بھی جو اعتباری وجود کے حامل ہوتے ہیں حق کے مصداق میں شمار کئے جائیں گے ۔ لہذا یہ ملکیت بھی جو وضعی احکام میں سے ہے ، جیسا کہ عنقریب اس کی طرف اشارہ کیا جائے گا ، بے شک حق کے مصداق میں سے ہوگی ۔

ملکیت ایک وضعی حکم ہے

شرعی احکام جو عبارت ہیں شرعی مجعولہ اعتبارات سے، اگر سیدھے یا بلاواسطہ طور پر فعل یا ترک مکلف سے تعلق رکھتے ہوں، واجب ، حرام، مستحب، مکروہ یا مباح ہونے کی صورت میں، تو وہ ,,تکلیفی احکام،، کہلاتے ہیں ۔ اس کے علاوہ دوسری صورت میں ,,وضعی احکام،، کہلاتے ہیں جیسے سبب، شرط یا رکاوٹ وغیرہ ہونا ۔ ملکیت کا احکام کے اسی گروہ سے تعلق ہوتا ہے ۔

اس بارے میں کہ وضعی احکام معدود و محدود ھیں جیسے تین ، پانچ، سات وغیرہ یا معدود و محدود نہیں ھیں ، بات قطعی نہیں ہے۔ حق بات یہ ہے کہ وہ معدود و محصور نہیں ھیں ، جیسا کہ طہارت، نجاست ، زوجیت، آزادی، غلامی، ضمانت وغیرہ وضعی احکام میں سے ھیں، جبکہ وہ معدود و محدود نہیں ھیں ۔

نیز اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ وضعی احکام ، تکلیفی احکام کے مقابلہ میں علیحدہ احکام ھیں یا یہ کہ علیحدہ مجعول ، تکلیفی احکام ھیں اور وضعی احکام ان سے علیحدہ ھیں ۔ حق بات یہ ہے کہ جیسا کہ ممکن ہے وضعی احکام تکلیفی احکام کے تابع ھوں جیسے ,, مکلف بہ ،، کا جزء ، شرط یا رکاوٹ ھونا ۔ اسی طرح ممکن ہے کہ تکلیفی احکام وضعی احکام کے تابع ھوں جیسے تکلیف کا شرط، سبب یا رکاوٹ ھونا ۔ آخر میں اس بات کا بھی امکان ہے کہ وضعی احکام بھی تکلیفی احکام کی طرح علیحدہ مجعولات کے تابع ھوں جیسے حجیت ، ولایت، قضاوت، نیابت، آزادی ، غلامی، زوجیت وغیرہ۔ ملکیت بھی اسی قبیل کے وضعی احکام میں سے ہے۔

ملکیت کی بعض تقسیمات کی طرف اشارہ

ملک کی مختلف اعتبار سے مختلف تقسیمات ھیں ۔ ان میں سے سب سے اھم کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔ ضمناً چونکہ ملک ، مالک اور مملوک کے درمیان ایک رابطہ ھوتا ہے یعنی مال، لہذا ان تقسیمات میں بعض مال کی تقسیمات کا بھی ذکر ملک کی تقسیم کے طور پر کیا جاتا ہے۔

۱ ۔ ملک کی تقسیم مالک کے اعتبار سے

۱ ۔ **ذاتی ملک** : وہ ملک ہے جس کا مالک کوئی فرد ذاتی طور پر ھو جیسے کوئی گھر جو (بالفرض) ذاتی طور پر زید سے متعلق ھو۔

۲ ۔ خاص ملک : جب مالک ایک یا چند فرد ذاتی طور پر ہوں تو اس ملک کو ,,خاص ملک،، کہتے ھیں جیسے مذکورہ بالا مثال یا اس صورت میں جب چند اشخاص کسی ملک میں شریک ہوں ۔ اس سبب سے خاص ملک ذاتی ملک سے زیادہ عام ہے۔

۳ ۔ عام ملک :جب مالک ایک کلی عنوان ہو، اس صورت میں ملک کو عمومی (یا عام) ملک کہتے ھیں جیسے تمام سادات یا غرباء کے واجب حقوق ۔ اس قسم میں کلی عنوان ممکن ہے چند افراد تک منحصر ہو جیسے وقف علی الاولاد۔ ممکن ہے اس طرح منحصر نہ ہو جیسے پہلی مثال ، یہاں تک کہ ممکن ہے مالک تمام مسلمان ہوں جیسے طاقت کے ذریعہ فتح کی ہوئی زمینیں جو تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوتی ھیں ۔ اس صورت میں وہ ملک مسلمانوں کے ولی کے اختیار میں ہوتی ہے جو اس کی آمدنی کو تمام مسلمانوں کے مفاد میں خرچ کرتا ہے۔

۴ ۔ عوام کے مفاد کی ملک : جب کسی ملک کے مالک حقیقی اشخاص نہ ہوں بلکہ ملک ایسی چیزیں ہوں جو مسلمانوں کے مفاد میں استعمال ہوتی ھیں جیسے مسجدیں، ہسپتال، پل، سڑکیں، مقدس مقامات وغیرہ ۔ ایسی چیزوں کی صورت میں ملک کو عوام کے مفاد کی ملک کہتے ھیں ۔ ظاہر ہے اس صورت میں بھی مملوک چیزیں متولیوں، محافظوں اور ناظموں کے اختیار میں ہوتی ھیں،تاکہ وہ ان کو عوام کے مفاد کی خاطر صرف میں لائیں ۔

۲ ۔ ملک کی تقسیم مملوک مال کی قسم کے اعتبار سے

ملک مملوک مال کے اعتبار سے دو قسم کی ہوتی ہے:مثلی اور قیمتی ۔

۱ ۔ **مثلی ملک:** اس مال کو کہتے ھیں جس کی مثال فراوان ھو جو جنس ، قسم اور صنف کی خصوصیات کے لحاظ سے برابر ھوں جیسے چھپی ھوئی کتاب ، غلہ جات، مشین سے بنائے ھوئے کپڑے وغیرہ ۔ جب ایسے مال کو کسی کی ضمانت میں دیا جائے تو ضامن کا فرض ھوتا ہے کہ اگر خود مال باقی ھو تو اسے واپس کردے اور اگر تلف ھو جائے تو اس کی مثل مالک کو واپس کرے ۔

۲ ۔ **قیمتی ملک:** وہ مال ہے جو مثلی مال کی خصوصیات کا حامل نہیں ھوتا جیسے جواھرات ، عقیق یا فیروزہ وغیرہ کی قسم کے، یا کتابوں کے خطی نسخے وغیرہ ۔ ایسے مال کے تلف ھو جانے پر ضامن کو چاھیئے ان کی قیمت مالک کو ادا کرے ۔

مثلی اور قیمتی ملک کے بہت سے احکام ھیں جن پر بحث کا موقع یہاں نہیں ہے ۔ خواھشمند حضرات مصنف ھذا کے مقالہ بہ عنوان ,, مقبوض بہ عقد فاسد " سے رجوع فرمائیں ۔

۳ ۔ ملک کی تقسیم مالک کی وحدت و کثرت کے لحاظ سے

ملک مالک کی وحدت و کثرت کے لحاظ سے دو قسم کی ھوتی ہے۔

۱ ۔ **مخصوص ملک:** جب کوئی ملک کسی خاص فرد سے مختص ھو تو اس کو مخصوص ملک کہتے ھیں ۔ اور ایسی ملک میں مالک کوئی رکاوٹ نہ ھونے کی صورت میں ھر قسم کا قانونی تصرف کر سکتا ہے ۔

۲ ۔ **مشترک ملک:** جب ملکیت چند افراد کے درمیان مشترک ھو تو اسے مشترک ملک کہتے ھیں ۔ اس صورت میں مالکوں میں سے کوئی ایک مالک دوسرے مالکوں کی اجازت کے بغیر ملک میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ایسی ملک کو ,, مشاع " (یا غیر تقسیم شدہ) ملک بھی کہتے ھیں ۔ ظاھر ہے کہ یہاں صرف املاک کی نزدیکی منظور

نہیں ہے ، بلکہ منظور و مقصود یہ ہے کہ ملکیت ایسی ہو کہ ملک کو کتنا ہی ٹکڑے کریں پھر بھی ہر جزء مالکوں کے درمیان مشترک ہو۔

۳ ۔ تقسیم شدہ ملک: جب مالک لوگ مشترک ملک کو اپنے اختیار سے یا قانونی ضرورت کے لحاظ سے اپنے درمیان تقسیم کریں تو اس ملک کو ,, مفروز،، (یا تقسیم شدہ) ملک کہتے ہیں ۔ اس قسم کی ملک میں مخصوص ملک کی طرح ہر مالک بغیر دوسرے کی اجازت کے ہر قسم کا تصرف جو وہ چاہے کر سکتا ہے۔

۴ ۔ ملک کی تقسیم قابل انتقال ہونے کے لحاظ سے

ملک قابل انتقال یا ناقابل انتقال ہونے کے لحاظ سے دو قسم کی ہوتی ہے: منقول اور غیر منقول ۔

۱ ۔ منقول : ایسی ملک کو کہتے ہیں جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہو جیسے کتاب ، کپڑے، غلہ جات وغیرہ ۔

۲ ۔ غیر منقول : منقول کے برخلاف ہے جیسے اراضی ، عمارات وغیرہ ، غیر منقول کی دو اقسام ہیں:ذاتی غیر منقول اور تابع غیر منقول ۔ ذاتی غیر منقول صرف اراضی ہے اور تابع غیر منقول ایسی چیزیں ہیں جو ایک یا زیادہ واسطہ سے اراضی کی تابعیت سے منتقل نہیں کی جا سکتیں جیسے عمارات، درخت، دروازے ، الماریاں جو عمارات کے اندر ہوں۔

منقول اور غیر منقول املاک بعض احکام میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں جیسے قبضہ کے اعتبار سے، چونکہ بعض معاملات میں جیسے واجب مرسوم بیوع، عقد سے متعلق احکام اور اس کی خلاف ورزی جو خیار کا موجب ہوتی ہے یا بعض معاملات میں جیسے صَرف اور سَلَم میں معاملہ کی صحت شرط ہے ، اگر مال جس کا

معامله هو رہا هو غیر منقول هو تو فقهاء کا قول ہے کہ اس کا قبضه تخلیه سے یعنی مالک کے تسلط میں رکاوٹوں کے رفع کرنے سے هوتا ہے اور اگر منقول هو تو بعض قبضه کو انتقال سے ، بعض تول، وزن یا گنتی سے اور بعض تحویل (قبضه دینے) وغیرہ سے کہتے هیں ۔ اکثر اوقات صحیح یہی قول ہے کہ قبضه هر موقع پر مال کے مالک کے تحت تسلط آ جانے سے هوتا ہے (١٦) ۔ قبضه کی ماهیت میں اختلاف کی بناء پر اکثر اوقات بعض مسائل میں جن میں قبضه تاثیر رکھتا ہے،جیسے فروخت شدہ شے کے قبضه سے پہلے تلف هونے کا قاعدہ ، خیار تاخیر وغیرہ میں مختلف حکم هوتا ہےمثلاً اگر فروخت شدہ مکان خالی کر دینے کے بعد گر جائے ، تلف هونے کے قاعدہ کی رو سے خریدار کے ذمه هوگا اگرچه وہ ابهی اس کو اپنے تصرف میں نه لایا هو، کیونکه تخلیه انجام پا چکا ہے برخلاف کتاب ، یا لباس وغیرہ کے ۔

٥ ۔ ملک کی تقسیم استعمال کے طریقه کے لحاظ سے

مملوک کے استعمال کے طریقه کے لحاظ سے ملک دو قسم کی هوتی ہے : کبهی ملک کا استعمال اس کے عین کے زائل هو جانے کا باعث هوتا ہے جیسے کهانے پینے کی اشیاء اور کبهی ایسا نہیں هوتا جیسے گهر ، کتاب، کہ انکا استعمال عین ملک کے خاتمه کا باعث نہیں هوتا ۔

پہلی قسم میں بعض تصرفات جیسے اجارہ، عاریه صحیح نہیں هیں کیونکه ان تصرفات میں ضروری ہے کہ استعمال عین کے زائل هو جانے کا باعث نه هو، لیکن دوسری قسم کی ملک میں هر قسم کا تصرف جائز ہے (١٧) ۔

٦ ـ ملک کی تقسیم مالک یا مملوک کی مقدار کے علم یا عدم علم کے لحاظ سے

ملک،مالک یا ملک کی مقدار کے علم یا عدم علم کے لحاظ سے چند قسم کی ھوتی ہے ـ ان میں سے سب سے اھم اقسام اور ان کے احکام کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے :

١ ـ وہ ملک جس کے مالک اور مقدار دونوں معلوم ھوں ـ ظاھر ہے ایسی صورت میں متصرف کو چاھیئے کہ اسے اسکے مالک کو واپس کر دے ـ

٢ ـ وہ ملک جس کا مالک معلوم ھو لیکن مقدار مغلوم نہ ھو ـ ایسی صورت میں متصرف کو چاھیئے مالک سے صلح کر لے ـ اگر وہ راضی نہ ھو تو متصرف اسکی کم از کم قیمت کی ادائیگی پر قناعت کر سکتا ہے ـ اگر مالک قبول نہ کرے تو وہ حاکم کو رجوع کرے تاکہ حاکم مالک کو قبول کرنے پر مجبور کرے ـ

٣ ـ ملک کی مقدار معلوم ھو لیکن اس کا مالک معلوم نہ ھو ـ ایسی صورت میں مالک کی طرف سے متصرف اس ملک کو صدقہ کر دے گا ـ بہتر یہ ہے کہ یہ صدقہ حاکم کی اجازت سے ھو ـ

۴ ـ ملک کا نہ مالک معلوم ھو اور نہ مقدار معلوم ھو ـ ایسی صورت میں مال کا خمس متصرف خمس کے مستحقین میں تقسیم کر دے تاکہ باقی مال اس کیلئے حلال ھو جائے ـ

۵ ـ ملک کی مقدار معلوم ھو لیکن ملک چند افراد کے درمیان مشتبہ ھو ـ ایسی صورت میں اگر ممکن ھو تو بہتر یہ ھوگا کہ ان سب کی مرضی حاصل کی جائے جن کا مالک ھونے کا احتمال ھو ـ اگر ممکن نہ ھو تو قرعہ کے ذریعہ ان سب کے درمیان مالک کا تعین کیا جائے ـ یہی حکم ہے اس صورت میں کہ مقدار معلوم نہ ھو لیکن

اگر مالک بالکل معلوم نہ ہو یا ایک غیر معین جماعت میں مشتبہ ہو تو حکم وہی ہوگا جو تیسری قسم کے تحت بیان کیا گیا ہے (۱۸) ۔

۷۔ ملک کی تقسیم اسکے دوسروں کے حق سے تعلق یا عدم تعلق کے لحاظ سے

ملک اس کے دوسروں کے حق سے تعلق یا عدم تعلق کے لحاظ سے دو قسم کی ہوتی ہے : آزاد ملک اور غیر آزاد ملک ۔

۱ ۔ **آزاد ملک** : اس ملک کو کہتے ہیں کہ جس سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو ۔ ایسی صورت میں اس پر قبضہ کیلئے شارع یا صاحب حق کی اجازت کی صورت نہیں ہے جیسے اکثر املاک ۔

۲۔ **غیر آزاد ملک** : ایسی ملک کو کہتے ہیں کہ جس سے دوسرے کا حق متعلق ہو جیسے رہن شدہ شے کا عین یا وقف شدہ شے کا عین کہ مرتہن کا حق اور متاخر بطون (بعد میں پیدا ہونے والے بچے) اس سے متعلق ہوتے ہیں ۔ لہذا رہن شدہ شے کے عین کی بیع مرتہن کی اجازت یا مرضی پر موقوف ہوتی ہے جیسے کہ موقوفہ شے کی عین کی بیع بغیر شارع کی خاص اجازت کے جائز نہیں ہوتی (۱۹) ۔

تملک کے اسباب :

تملک تفعل کے باب سے مصدر ہے اور اس کے معنی ملکیت کو قبول کرنا ہے ۔ پہلے بتایا گیا ہے کہ ملکیت دو قسم کی ہوتی ہے: جبری اور اختیاری ۔ لہذا تملک کے اسباب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں : جبری تملک کے اسباب اور اختیاری تملک کے اسباب ۔

پہلی قسم :

جبری تملک ایسا مالک ہونا ہے کہ جس میں شخص بغیر اس کے کہ ملکیت کا قصد رکھتا ہو کسی چیز کا مالک ہو جائے ۔ جبری ملکیت کے بارے میں اسلامی فقہ میں بعض اسباب بیان کئے گئے ہیں ۔ جن میں سے سب سے اہم کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے ۔

۱ ـ **ارث** : وارث مورث کی موت کے فوراً بعد، بغیر اس کے کہ اسکا ملکیت کا قصد ہو مرنے والے کے ترکہ کا وارث ہو جاتا ہے۔

۲ ـ **تملیکی وصیت** : اگرچہ اس قسم کی وصیت فقہاء کی مشہور رائے کے مطابق عقود کا حصہ ہوتی ہے اور ,, العقود تابعة للقصود ،، (عقود قصدوں کےتابع ہوتے ہیں) کے قاعدہ کی رو سے بغیر طرفین کے قصد کے متحقق نہیں ہوتی ـ اس صورت میں اسے اختیاری تملک کے اسباب میں شمار کرنا چاہئے لیکن فقہا نے تملیکی وصیت خاص طور پر وصیت برائے مقاصد و مفادات عمومی (یعنی قانونی شخصیتوں کے حق میں وصیت) کو ,, ایقاع ،، کہا ہے اور ان کے نزدیک اس میں موصی له (جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو) کے قصد اور مرضی کی شرط نہیں رکھی ہے (۲۰) ـ اس صورت میں اس کو جبری تملک کے اسباب میں شمار کرنا چاہیئے ـ بہرحال موصی کی طرف سے تملیک اختیاری ہوگی خواہ تملیکی وصیت کو عقد جانیں یا ایقاع ـ مختصر یہ کہ تملیکی وصیت اس سبب سے کہ ایقاع ہو اختیاری تملیک ہے اور جبری تملک ہے ـ

۳ ـ **خاص وقف**:یہ بھی اس سبب سےکہ مطلق طور پر یا کم از کم خاص مواقع پر ,, ایقاع ،، ہوتا ہے (۲۱) جیسے تملیکی وصیت واقف (وقف کرنے والے) کی طرف سے ایک اختیاری تملیک ہوتی ہے ، لیکن موقوف علیه کی طرف سے چونکہ اس کا قصد تملک نہیں ہے جبری تملک ہوتا ہے ـ

۴ ـ **اجنبی کے تملک کی شرط**:یہ بھی نتیجہ کیشرط کے طور پر اجنبی شخص کے جبری تملک کے اسباب میں سے ہے ـ مثلاً اگر زید عمرو کے ساتھ کوئی گھر بیچے اور عقد میں یہ شرط رکھے کہ کوئی دوسرا شخص عمرو کی کتاب کا مالک ہو اس صورت میں مشروط

(جس کے حق میں شرط رکھی گئی ہے) اس وجہ سے کہ اس کا مقصد عمرو کی کتاب کی ملکیت نہیں ہے، اس کی کتاب کا مالک ہو جائے گا (۲۲) ۔

۵ ۔ ٦ ۔ ک۔جبری تملک کے بعض دوسرے اسباب بھی ھیں جن میں سے بعض کی طرف مختصر طور پر یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً شفعہ کی بنیاد پر قیمت کا تملک ۔ اگر زید اور عمرو ایک گھر میں شریک ھوں اور زید اپنا حصہ بغیر اس کے کہ عمرو سے مشورہ کرے ایک تیسرے شخص کے ھاتھ بیچ دے تو اس صورت میں اگر عمرو اپنے حق شفعہ کو استعمال کرے تو زید کا حصہ اس کو منتقل ھو جائے گا اور خریدار اس کی قیمت کا جبراً مالک ھو جائے گا ۔ اس طرح شکار، احیاء موات (بنجر زمینوں کو آباد کرنا) یا مباح چیزوں پر قبضہ ، اگر تملک کا قصد ان کے ذریعہ سے ملک کے وجود میں آنے کی شرط نہ ھو (۲۳)، تب بھی وہ ایسے اسباب میں سے ھیں کہ ان کے سلسلہ میں بلا واسطہ طور پر ملکیت کا قصد نہیں ھوتا، سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ ان افعال کا قصد خود بالواسطہ طور پر تملک کا قصد ھوتا ہے اور یہی اختیاری ھونے میں کافی ہے۔

دوسری قسم :

اختیاری تملک ، یعنی کسی چیز کا مالک ھونا ، مالک ھونے کی نیت سے ، دو قسم کا ھوتا ہے : عقدی اور غیر عقدی ۔

۱ ۔ **غیر عقدی اختیاری تملک:** جیسے غیر پالتو جانوروں کا شکار، بنجر زمینوں کو آباد کرنا، مباح چیزوں پر قبضہ بشرطی کہ تملک کا قصد ھو ، یا خود ان افعال سے تملک کا لزوم ۔ اسی طرح ہے حق شفعہ کے استعمال کے نتیجہ میں شریک کے حصہ کا مالک ھونا (۲۴) مومن کا عمل رضاکارانہ طور پر قصد نہ ھونے کی حالت میں اور بہت سے دوسرے مواقع ۔

۲ ـ عقدی اختیاری تملک: یہ بھی تملک کی اقسام میں سے ہے اور اس کی بھی چند قسمیں ھیں کہ ایک مقدمہ کے بعد ان سب میں سے اھم کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

مقدمہ: عمومی اور مطلق احکام کا جو عقد اور تجارت کی صحت کے بارے میں ھیں جیسے ,, اوفوا بالعقود ,,(۲۵) اور ,, تجارة عن تراض,,(۲٦) وغیرہ جس طرح ان کا اطلاق معین عقود پر ہوتا ہے، یعنی ایسے عقود جو ان احکام کے نزول کے وقت تھے اسی طرح ان کا اطلاق ان عقود پر ہوتا ہے جو بعد کے زمانہ میں واقع ہوئے ھیں ـ لہذا جس طرح ان کا اطلاق بیع ، صلح اور اجارہ وغیرہ پر ہوتا ہے اسی طرح بیمہ، ضمانت اور حوالہ کی اقسام پر بھی اطلاق ہوتا ہے جو بعد کے زمانوں میں واقع ہوئے ھیں ـ لہذا کوئی سبب نہیں کہ تملک کے اسباب کو خاص عقود تک محدود رکھا جائے ـ باوجود اس کے مناسب ہوگا کہ ان میں سے عقدی تملک کے بعض مشہور اھم ترین اسباب کی طرف فہرست وار اشارہ کیا جائے ـ

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے اس قسم کے عقود کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: عین کے تملک کے اسباب ، منفعت کے تملک کے اسباب اور انتفاع (استفادہ) کے تملک کے اسباب ـ

قسم اول : خود اس کی تین قسمیں ھیں : وہ جو صرف عین کے تملک کیلئے مفید ہے ، وہ جو اس سے زیادہ عام ہے اور آخر میں وہ جس کا ھدف کوئی دوسری چیز ہوتی ہے لیکن عین کی ملکیت بھی اس کا نتیجہ ہوتی ہے ـ یہاں ان اقسام کی مثالوں اور ساتھ ھی ان تینوں گروھوں میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ـ

۱ ـ عقد بیع : سب سے اھم اور مشہور عقد جو بلاواسطہ طور پر عین کی تملیک اور تملک میں مفید ہوتا ہے عقد بیع ہے ـ اس عقد

میں اگرچه قیمت کے معامله میں عین ھونا مشروط نہیں ہے لیکن قیمت والی چیز یعنی فروخت شده شے کے معامله میں عین ھونا شیعه امامیه کے نزدیک تقریباً متفق ہے اس طرح که بہت سے عقلاء نے بیع کی تعریف میں ان معنی کو روشن طریقه پر اختیار کیا ہے۔ اس عقد میں خود عقد کے لحاظ سے عقد کرنے والوں اور عوض دینے والوں کے سلسله میں بعض شرائط ضروری سمجھی گئی ھیں جیسے (صیغۂ عقد کا) عربی الفاظ اور ماضی میں ادا کرنا وغیره، لیکن چونکه اکثر ان شرائط کی بنیاد معتبر دلیل پر نہیں ہے ، لہذا صحت کی ادله کے مطلق ھونے کے سبب ان امور کے شرط ھونے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

۲ ۔ **هبه اور صدقه** : یه بھی عین کے تملک اور تملیک کے اسباب میں سے ھیں البته ایجاب و قبول کے علاوه قبضه بھی هبه اور صدقه کی صحت کی شرط ہے (۲۷) ۔

۳ ۔ **قرض** : یه بھی قرض لی ھوئی شے کے عین کے تملک کا سبب ہے۔ اس عقد کی صحت میں بھی هبه اور صدقه کی طرح قبضه کی شرط ہے (۲۸) ۔

۴ ۔ **خاص وقف** : اگرچه بعض فقہا نے اس کے عقد ھونے کے بارے میں شک کیا ہے ، لیکن مشہور رائے کے مطابق اس کو ایسا عقد جانا گیا ہے جو تملیک میں مفید ہے ۔ البته یه ملکیت ایک خاص ملکیت ہے که جس کی رو سے مالک اس میں ھر قسم کا تصرف نہیں کر سکتا ۔ اس عقد کی صحت یا لزوم کیلئے بھی قبضه شرط ہے (۲۹) ۔

۵ ـ ٦ ـ ۷ ـ **مضاربه، مزارعه اور مساقات** : یه عقود بھی عامل کے اس مشترک حصه کے اختیاری تملک کا سبب ھوتے ھیں جن کی منافع، زراعت کی پیداوار یا باغ کے پھلوں میں سے عقد میں شرط

رکھی گئی ہو۔ منافع ، زراعتی پیداوار اور پھل اگرچہ ایک اعتبار سے منافع ہی ہیں، لیکن جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا یہ منافع رفتہ رفتہ عین میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

۸۔ **صلح:** اس عقد سے تمام عقدوں کے نتیجہ برآمد ہو سکتے ہیں۔ لہذا شیخ طوسی کی رائے میں یہ عقد مستقل (علیحدہ) عقد نہیں بلکہ انہوں نے اس کو بیع ، ہبہ ، اجارہ ، عاریہ و ابراء کی شاخ شمار کیا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ عقود کے نتائج برآمد ہونا اس کے فرع (شاخ) ہونے کی دلیل نہیں ہے(۳۰) ۔ اس عقد کا منشاء توافق اور تسالم (باهم سپردگی) ہے اور یہ اس چیز کے علاوہ ہے جو دوسرے عقدوں کا منشاء ہوتا ہے۔ لہذا یہ ایک مستقل (علیحدہ) عقد ہے۔ اگرچہ اس سے دوسرے عقود کا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اس عقد سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں ان میں سے عین کی تملیک اور تملک بھی ہے۔

۹ ۔ **تملیکی وصیت:** جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا بعض فقہاء نے تملیکی وصیت کے عقد ہونے میں شک کا اظہار کیا ہے،لیکن بلاشک مشہور رائے کے مطابق تملیکی وصیت عقد ہے اور اس کا اثر کبھی عین (کا تملک) اور کبھی منفعت کا اور کبھی انتفاع کا تملک ہوتا ہے لہذا اس کے نتائج میں سے ایک جو غالباً مترتب ہوتا ہے موصی لہ کا عین کا مالک ہونا ہے۔

۱۰ **عقد نکاح :** بعض ایسے عقود ہیں جن کا اصلی مقصد کسی چیز کا تملک یا تملیک نہیں ہوتا لیکن بلاشک کبھی ان سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے۔ انہی میں سے ایک عقد نکاح ہے کہ اس کا اصلی مقصد ازدواجی رشتہ کی برقراری ہے ، لیکن اگر مہر عیون میں سے کسی عین کو قرار دیا گیا ہو تو بیوی عقد کے انجام پاتے ہی اس عین کی مالک ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ ملکیت ایک متزلزل ملکیت ہے۔ وہ

اس وقت قرار پاتی ہے کہ جب دخول انجام پا جائے یا شوهر فطری مرتد هو یا ان دونوں (بیوی اور شوهر) میں سے کسی ایک کی موت واقع هو جائے (۳۱)۔ اگر شوهر دخول سے پہلے زوجه کو طلاق دے دے تو بیوی کا حق مہر میں سے صرف آدھا قرار پاتا ہے اور دوسرا آدھا شوهر کی ملکیت هوتا ہے (۳۲)۔

۱۱ ـ **سبق اور رمایه** : سبق (گھوڑ دوڑ، اونٹ دوڑ وغیره) اور رمایه (تیر اندازی وغیره کا مقابله) بھی عقدوں میں سے هیں ـ اگرچه ان کا اصلی مقصد عین کی ملکیت نہیں لیکن بلاشک اگر ,, سبق " واقع هو تو شرط کے مطابق ,, سابق" عین کا مالک هو جاتا ہے، جبکه عقد میں ,, حق سبق " رکھا گیا هو ـ

۱۲ ـ ۱۳ اجاره اور جعاله : ان میں بھی اصل مقصد منفعت یا عمل کی تملیک ہے، لیکن اگر اعیان میں سے کوئی عین مال اجاره یا جعاله کے مال کے طور پر مقرر کیا جائے تو مستاجر (کرایه دار)، اجیر (مزدور) اور عامل (ایجنٹ) عقد کے قرار پاتے هی، یا عقد کے متعلقه عمل کے انجام پاتے هی، اس عین کا مالک هو جائے گا ـ

اختتامی اشاره :

آخر میں اس نکته کی طرف اشاره کرنا ضروری ہے که ملکیت کی بحث بہت سے دوسرے مسائل پر بھی مشتمل ہے که جن کا ذکر یہاں جگه کی تنگی کے سبب نہیں کیا جا رها جیسے عدم ملکیت کا اصول ، ,, من ملک شیئا ملک الاقرار به " (جو کسی شے کا مالک هو وه اس کے اقرار کا بھی مالک هوتا ہے) کا قاعده ، احیاء کی صورت میں ملک عین ہے یا انتفاع ، امام (ع) کی ملک ، انفال ، امام کا حصه، فیٔ ، غنائم وغیره ـ صرف اس نکته کی طرف اشاره کیا جاتا ہے که امام کی ملک چند قسم کی ہے ـ ذاتی ملک:جیسے وه ملک جو بیع ،

ذاتی ملک : جیسے وہ ملک جو بیع، صلح، ارث وغیرہ کے ذریعہ حاصل کی گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی ملک میں وہ دوسروں کی طرح ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے اور اس کی وفات کی صورت میں وہ ملک اس کے ورثاء کو منتقل ہو جائے گی۔

امام کی ملک قوم کے رہبر کی حیثیت سے : اس قسم کی ملک امام کی وفات کے بعد دوسرے امام کو منتقل ہو جاتی ہے ، اگرچہ وہ بالفرض پچھلے امام کا وارث بھی نہ ہو اور (امام مہدی کی) غیبت کے زمانہ میں (ایسی ملک) اسلامی حکومت کے اختیار میں رہے گی، جیسے انفال وغیرہ۔

عوام کی ملک جو امام کے تصرف میں ولی ہونے کی حیثیت سے ہوتی ہے : اس قسم کی ملک بھی اسلامی حکومت کے اختیار میں ہوگی اور اس کو مسلمانوں کے فائدہ میں صرف کیا جائے گا۔

یہاں اس نکتہ کی یاد آوری بھی بجا ہوگی کہ کچھ دوسرے اسباب بھی عقد اور غیر عقد کے موجود ہیں کہ ممکن ہے ان کے ذریعہ سے اعیان کا تملک واقع ہو لیکن فائدہ کی قلت اور طول کلام سے پرہیز کی وجہ سے ان کو یہاں بیان نہیں کیا جا رہا جیسے جنگی غنائم کی تقسیم، جزیہ کا عقد وغیرہ۔

دوسری قسم : ایسے عقود جو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر منافع کے اختیاری تملک کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ فہرست وار حسب ذیل عقود پر مشتمل ہیں : عقد اجارہ ، عقد جعالہ ، عقد سکونت ، عقد آبادی (زمین) اور حبس (اس صورت میں کہ ان آخری تین اسباب کو منفعت کے تملک کا باعث مانا جائے) ، منفعت کی صلح، منافع کی وصیت ، نکاح اس صورت میں جب مہر کو منفعت قرار دیا جائے، سبق (گھوڑ دوڑ اونٹ دوڑ وغیرہ) اور تیر اندازی (وغیرہ) کا مقابلہ جب کہ ان کے معاوضہ کو منفعت قرار دیا جائے ، وغیرہ۔

تیسری قسم: ایسے عقود جو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر انتفاع کے تملیک کا سبب ہوتے ہیں جو فہرست وار حسب ذیل عقود پر مشتمل ہیں : عاریہ ، انتفاع پر صلح، حق انتفاع کی وصیت ، ایسا نکاح جس میں مہر حق انتفاع ہو ، عقد سکونت، عقد آبادی (زمین)، حبس، مشہور قول کے مطابق ، وغیرہ ۔

حوالہ جات

۱ ۔ ملاحظہ ہو قاموس ، لسان العرب اور اقرب الموارد ۔
۲ ۔ رسائل اصول عملیہ ، استصحاب احکام وضعیہ .
۳ ۔ مکاسب مع حاشیہ، ص ۱۲٦ اور منیة الطالب ، ج ۱، ص ۳۵ ۔
۴ ۔ حاشیہ سید محمد کاظم طباطبائی یزدی برمکاسب ، آغاز بیع ۔
۵ ۔ کفایہ مع حاشیہ مشکینی ، ج ۲ ، ص ۳۰۷ ۔
٦ ۔ ملاحظہ ہو : ,, مصباح الفقاهه،، ج ۲ ، ص ۲۴۔
۷ ۔ حاشیہ ایروانی برمکاسب ، ص ۱۴۵ ۔
۸ ۔ سورہ مائدہ، آیہ ۲۵ ۔
۹ ۔ شرح منظومہ سبزواری ، حکمت ، ص ۱۳۸ ۔
۱۰ ۔ عین کے معنی کے لئے ملاحظہ ہو قاموس ، صحاح وغیرہ ۔
۱۱ ۔ ملاحظہ ہو مصباح المنیر وغیرہ ۔
۱۲ ۔ متصیدہ قاعدہ اس قاعدہ کو کہتے ہیں جو خود کلی قاعدہ کی حیثیت سے کسی آیت یا روایت سے مستند نہیں ہے۔ بلکہ ایسی ادلہ سے حاصل ہوتا ہے جو کسی خاص مواقع کیلئے وارد ہوئی ہیں مع ان قرائن اور شواہد کے کہ جن کا حکم کسی خاص مواقع سے مخصوص نہیں ہے،بلکہ ایک کلی قاعدہ ہے جو تمام مواقع پر منطبق ہوتا ہے ، جیسے اتلاف یا تسبیب کا قاعدہ ، قبضہ کا قاعدہ (قاعدہء حیازت) بھی اسی قسم سے ہے۔ اس کی سند وہ روایتیں ہیں جو غالباً رسول اللہ (ص) سے منقول ہیں اور شیعہ اور اہل سنت کی بعض کتابوں میں مذکور ہیں۔انمیں سے حسب ذیل روایت ہے : ,, من سبق الی مالم یسبقه الیه مسلم فهو احق به (یا فهو له) ،، جو ایسی چیز پر پہلے قبضہ کر لے جس پر کوئی دوسرا مسلمان اس سے پہلے قابض نہ ہوا ہو تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہوگا یا وہ چیز اس کی ہوگی) ۔
ملاحظہ ہو آغاز احیاء موات ، مبسوط ، مستدرک الوسائل ج ۳ باب اول احیاء موات ص ۱۴۹ ، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۳۲ ۔

۱۳ ـ قبضه سے ملکیت کے حصول کے بارے میں اختلاف ہے ـ بعض محض قبضه کو اس میں کافی سمجھتے هیں اور بعض کے نزدیک اس کے علاوہ ملکیت کے قصد کی بھی شرط ہے (ملاحظه هو کتاب جواهر الکلام ، بحث احیاء موات) ـ

۱۴ ـ وصیت اور وقف اس صورت میں جبری ملکیت کے اسباب میں سے هونگے جب هم انکو ,,ایقاع،، شمار کریں یا کم از کم بعض مواقع پر، ورنه اگر وه عقد هوں تو ظاهر ہے که ان کو اختیاری ملکیت کے اسباب میں شمار کرنا چاهئے ـ

۱۵ ـ ملاحظه هو : ,, نهج الفقاهه ،، ص ۳۲۵ ـ

۱۶ ـ ملاحظه هوں فقهی کتابیں خصوصا مکاسب ، قبضه کی بحث ـ

۱۷ ـ ملاحظه هوں فقهی کتابیں خاص طور پر جواهر (الکلام) میں اجاره اور عاریه کی بحث،عقد میں عین کی شرط ـ

۱۸ ـ اس بارے میں ملاحظه هو : عروة الوثقی : حرام سے مخلوط مال کا خمس، مستمسک ج ٦ : حرام سے مخلوط مال کا خمس ، منهاج تالیف آیت الله خوئی ج ۱ : حرام سے مخلوط مال کا خمس ـ

۱۹ ـ مکاسب : عوضین کی شروط کی ابتداء ـ

۲۰ ـ عروة الوثقی : وصیت کی ابتدا ، مصباح الفقاهه ج ۲ ، ص ۷ ـ

۲۱ ـ مصباح الفقاهه ج ۲ ، ص ۷ ، شرح لمعه : وقف ـ

۲۲ ـ مکاسب تالیف شیخ انصاری : خیارات ، شروط،اقسام شرط ـ

۲۳ ـ مصباح الفقاهه ج ۲ ص ۷ ـ

۲۴ ـ شرح لمعة اور جواهر (الکلام) : شکار اور بنجر زمینوں کو آباد کرنا ـ

۲۵ ـ سورة مائده ، آیة ۱ ـ

۲۶ ـ سورة نساء ، آیة ۲۹ ـ

۲۷ ـ شرح لمعة : عطیه ، صدقه اور هبه ـ

۲۸ ـ شرح لمعة : دین ، قرض ـ

۲۹ ـ لمعة اور شرح لمعة : وقف کا ابتدائی حصه ـ

۳۰ ـ لمعة اور شرح لمعة : صلح ، شرح لمعة : ,, وهو اصل فی نفسه ،، (اور وه خود اپنی جگه اصل ہے) ـ

۳۱ ـ ۳۲ ـ شرح لمعة : مهر ، دس مسئلوں میں سے پهلا مسئله ـ